(شوریٰ) پریشد کی سرگرمیاں

نئی دہلی نگر پالیکا پریشد کے شعبۂ ہندی کے ذریعہ شوریٰ کے کارکنان میں ہندی زبانی کے نشر و اشاعت کیلئے ۱۶/اگست ۲۰۱۳ء کو نئی دہلی نگر پالیکا پریشد کے کنوینشن سینٹر میں ہندی ورکشاپ کا انعقاد کیا گیا۔ جناب پریم سنگھ ڈپٹی ڈائریکٹر نے موجود افسران/کارکنان کے سامنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اس موقع پر ورکشاپ میں حصہ لینے والے افسران/کارکنان کو امدادی کتب بھی تقسیم کی گئیں۔ ورکشاپ کے اختتام پر محترمہ انیتا جوشی (ہندی مترجم) نے وہاں موجود کرکنان/افسران کا شکریہ ادا کیا۔

(شوریٰ) پریشد کی سرگرمیاں

صدر کونسل عالیجناب جَلَج شریواستو نے ۱۵/اگست ۲۰۱۳ء کو شوریٰ کے صدر دفتر پالیکا کیندر کے صحن میں ہندوستان کے ۶۷/ویں یوم آزادی کے مبارک موقع پر قومی پرچم لہرایا۔ شوریٰ نے منسلک اسکولوں کی طالبات کے ذریعہ مشکل حالات میں خود کو محفوظ رکھنے کے فنی ٹکنیک کا مظاہرہ کیا گیا۔
اس موقع پر شوریٰ سے منسلک مختلف اسکولوں کے دیگ طلباء کے ذریعہ حُبّ الوطنی گیت اور ''وندے ماترم''، رقصی ڈراما بھی پیش کیا گیا۔ اس تقریب مین جناب اشوک آہوجا، جناب آئی۔ اے صدیقی (شوریٰ کے رکن)، جناب وکاس آنند (شوریٰ کے سکریٹری) کے علاوہ شوریٰ کے افسران/کارکنان و اسکول کے طلبا بھی موجود تھے۔

عزت مآب محترمہ شیلا دکشت (وزیر اعلیٰ دہلی حکومت) نے چانکیہ پوری میں واقع باپو دھام میں کارکنان کیلئے کثیر المنزلہ رہائشی عمارت کا ۲۴/اگست ۲۰۱۳ء کو افتتاح کیا۔ اس موقع پر صدر شوریٰ عالیجناب جَلَج شریواستو،، سکریٹری شوریٰ جناب وکاس آنند اور شوریٰ کے اراکین وافسران کے علاوہ کثیر تعداد میں مقامی باشندے موجود تھے۔

(شوریٰ) پریشد کی سرگرمیاں

صدر کونسل عالیجناب جَلَج شیر واستو نے جور باغ میں موجود راجدھانی نرسری کے نزدیک نوتعمیر پارک کا افتتاح ۱۰/اگست ۲۰۱۳ء کو پودھا لگا کر کیا۔

(شوریٰ) پریشد کی سرگرمیاں

پالیکا کیندر میں بتاریخ ۵ ؍اگست ۲۰۱۳ء کو نومنتخب صدر شوریٰ عالیجناب جلج شریواستو نے جناب دھریندر (مشترکہ سکریٹری وزارت شہری فلاح و بہبود حکومت ہند)، محترمہ نلا موہن (اضافی سکریٹری حکومت ہند) محترم جناب آئی۔اے۔صدیقی اور جناب سوکارام کو شوریٰ کے رکنیت کے طور پر حلف دلائی۔

مصنفین سے درخواست
اپنی تحریر صاف ستھرے حروف میں لکھ کر یا ٹائپ کروا کر بھیجیں

غزل

ایڈووکیٹ شاداب شبیری

آپ ہر چیز پہ نظر رکھیئے
جو بھی ہوتا ہے سب خبر رکھیئے
عزم چٹان کی طرح سے ہو
آہنی جسم اور جگر رکھئے
چاہتے ہیں جو راز، راز رہے
اپنے قاصد بھی معتبر رکھئے
ایک دو چار چھ کی بات نہیں
اپنی ہر بات پُر اثر رکھئے
علم کے ساتھ ہی ضروری ہے
کوئی اچھی سا اک ہنر رکھئے
دوستوں سے رہے تو قع ، مگر
جتنا ممکن ہو، مختصر رکھئے
ہے رہِ عشق پُر خطر شادابؔ
پاؤں رکھئے تو سوچ کر رکھئے

عدو کو یار سمجھا جا رہا ہے
بڑا غم خوار سمجھا جا رہا ہے
تعجب ہے کہ دولت مند کو ہی
اب عزت دار سمجھا جا رہا ہے
غریبوں بے کسوں اور مفلسوں کو
ذلیل و خوار سمجھا جا رہا ہے
جوفن کے ’’ف‘‘ سے بھی واقف نہیں
انہیں فنکار سمجھا جا رہا ہے
ہمیں نے کی مسیحائی، مگر اب
ہمیں بیمار سمجھا جا رہا ہے
ہمیں نے کی چمن کی آبیاری
ہمیں ہی خار سمجھا جا رہا ہے

نیو کالونی کھجوریا، تتری بازار، ضلع سدھارتھ نگر (یوپی) ۲۷۲۲۰۷

غزل

ظفر اعظمی کراف

جب میری میں نے دی دعا مجھکو
ہر خوشی ہو گئی عطا مجھکو

جسنے گھونپا ہے پُشت میں خنجر
لگ رہا ہے وہ آشنا مجھکو

راہ میں رُک گئے قدم میرے
کون دینے لگا صدا مجھکو

یاس حسرت یہ شام تنہائی
راس آئی نہیں وفا مجھکو

ناز کرتا ہوں جس پہ میں بے حد
توڑ ڈالے گی یہ وفا مجھکو

اب کے صحن چمن میں ہر سو ظفرؔ
موسم گل لگا خفا مجھکو

مولانا منظور عالم قصبہ ادری، ضلع مئو، یو پی ۲۷۵۱۰۲

غزل

انور جاوید شاداںؔ

زوقِ سفر تو رکھتا ہے گرم سفر مجھے
اہل خرد سمجھتے ہی شوریدہ سر مجھے

پیدا نہیں جہاں میں دل سوز آشنا
ملتی نہیں ہے ایک بھی اب چشم تر مجھے

راہِ وفا کو پایا جو دشوار اس قدر
راہوں میں چھوڑتے گئے سب ہم سر مجھے

بیگانگی برستی ہے ہر اک نگاہ سے
پہچانتی نہیں ہے کسی کی نظر مجھے

اِس بےخودی شوق کا عالم نہ پوچھئے
ملتی نہیں ہے آج خود اپنی خبر مجھے

جب ابتدا علم ہو کتاب حیات کی
ممکن نہیں کہ ہو کبھی غم سے سفر مجھے

پہونچا دیا ہے وقت نے مجھ کو وہاں کہ اب
میری خبر ہے اُن کو نہ اُن کی خبر مجھے

شاداںؔ مجھے شکایت اہل جہاں نہیں
میرے نصیب نے ہی کیا دربہ در مجھے

شاہ جمعہ سہرا، بہار

غزل

ڈاکٹر عبرت بہرائچی

غیر پوچھے نہ ہم نوا پوچھے
حال میرا مرا خدا پوچھے

تیری محفل میں آکے یہ دیکھا
آدمی اپنا خود پتا پوچھے

مسکرانے کا کیا رہا انجام
ایک اک پھول سے صبا پوچھے

کیا گدائی میرا مقدر ہے
ایک زردار سے گدا پوچھے

بے حیائی کہاں تلک پہونچی
اہلِ مغرب سے یہ حیا پوچھے

کس کے گھر جاکے میں برس جاؤں
انکی زُلفوں سے یہ گھٹا پوچھے

تا سوا خیریت کے اے عبرتؔ
دُنیا والوں سے کوئی کیا پوچھے

ناظر پورہ بہرائچ، یوپی (۲۷۱۸۰۱)

غزل

اسرار امیرؔ

جو آج دل پہ گزرتا ہے وہ گزر جائے
تمام عمر کا اچھا ہے درد سر جائے

بکھیر دیجئے پر اپنی زلفِ شبگوں کو
کہ میرے دل سے تو اندیشۂ سحر جائے

سنا ہے آج کہیں پر ہوا ہے خونِ وفا
یہ دیکھنا ہے کہ الزام کس کے سر جائے

میں خود ہی منزل مقصود خود مساف بھی
جو میں چلوں تو میرے ساتھ رہ گزر جائے

جگر میں خون کی اک بوند بھی نہیں باقی
کہیں یہ تجھ پہ لئے الزام چشم تر جائے

غزلیں

ڈاکٹر آفاق فاخری

اب زندگی میں پہلے سے آثار بھی نہیں
یعنی کہ جیسے ہو در و دیوار بھی نہیں

اُس سے زیادہ مفلس و نادار کون ہے
وہ جس کے پاس دولتِ کردار بھی نہیں

اللہ رے متاع سبز تیرے شہر میں
ارزاں ہے اور کوئی خریدار بھی نہیں

وہ دور آ گیا ہے کہ مذہب کے نام پر
اب احترام گنبد و مینار بھی نہیں

وہ سربلند ہونے کی عظمت کو جانے کیا
جس کی نظر میں حُرمت دستار بھی نہیں

بس اک ذرا سا حرو قناعت کا ہو مزاج
پھر زندگی کا مرحلہ دشوار بھی نہیں

ہم رکھیں کس سے مسیحائی کی امید
آفاق جب کہ ہم کوئی ہمیار بھی نہیں

وہ تو بس سچی زباں بولتے ہیں
آئینے جھوٹ کہاں بولتے ہیں

اشک آنکھوں سے نکل پڑتے ہیں
یوں ہر اک درد نہاں بولتے ہیں

جہاں خاموش رہا جاتا ہے
لوگ بے وجہ وہاں بولتے ہیں

آئے ہیں شہر ستمگر سے ہم
سارے زخموں کے نشاں بولتے ہیں

میری منزل کی ہے وہ راہ گزر
سب جس کو کہکشاں بولتے ہیں

وجد میں ہوتی ہے روح تہذیب
لوگ جب اردو زباں بولتے ہیں

ایسے بھی ہوتے ہیں معتبر جو آفاق
بر سر نوکِ سناں بولتے ہیں

پوسٹ جلال پور، ضلع امبیڈکر نگر، ۲۲۴۱۴۹ یوپی

غزلیں

اختر شاہ جہاں پوری

بس یہ اب دعا کرے کوئی
دل کا دروازہ وا کرے کوئی
ریزہ ریزہ بکھر رہا ہوں میں
اب مسیحائی کیا کرے کوئی
میں کسی کو دعائیں کیسے دوں
ہاتھ دل سے جدا کرے کوئی
زندگی سے ہیں سب پریشاں سے
کس کا خنجر جِتا کرے کوئی
میں بھٹکتا ہوں دشتِ حیرت میں
سایہ بن کر رہا کرے کوئی
نوکِ ہر خار پر جلد آئے
پھول جب بھی کھلا کرے کوئی
بام ودر بھی اُدس ہیں اختر
کیسے گھر میں رہا کرے کوئی

صحرا کو اپنا گھر کر بیٹھے
منظر کو پس منظر کر بیٹھے
آئینوں کی کرچیں کر ڈالیں
یہ کیا آئینہ گر کر بیٹھے
دشمن سے ہم کتنا ڈرتے تھے
اس کے دل میں ہی کر بیٹھے
ہم کو نیند کہاں آپاتی ہے
شام سے لیکن بستر کر بیٹھے
اسکو بے گھر کرنے کی ضد میں
خود کو بھی تو بے گھر کر بیٹھے
اپنے قد کو چھوٹا رکھنا تھا
تم تو چھوٹی چادر کر بیٹھے
آزادی کے متوالے اختر
دیواروں میں بھی در کر بیٹھے

رنگین چوپال شاہجہاں پور۔۲۴۲۰۰۱(یوپی)

غزلیں

ڈاکٹر منور تابش سنبھلی

اے دل ویراں تجھے جنت بنانے کیلئے
کون اٹھائے گا قدم سحرا میں آنے کیلئے

صرف چہرہ ہی نہیں کردار بھی تو صاف ہو
آئینے کے روبرو خوف آنے کیلئے

دل کی دنیا میں اُداسی نے بسیرا کرلیا
کون سا دل لائیں گے اب مسکرانے کیلئے

وہ تو یہ کہئے کہ ضبطِ غم مرا کام آ گیا
ورنہ دل مجبور تھا آنسو بہانے کیلئے

برف کی صورت پگھل رک میں ہوا میں کھو گیا
اُس نے تاکیداً کہا تھا بھول جانے کیلئے

بھوکا بچہ بڑھ رہا ہے جھوٹے کھانے کی طرف
کھینچ لو تصویر دنیا کو دکھانے کیلئے

طنز کرتے تھے جو میرے حال پر تابش کبھی
آ گئے صحرا میں وہ بھی خاک اُڑانے کیلئے

ایک سورج ایک تارہ اک دیا ہو جائے گا
میرا ہر اشکِ محبت معجزہ ہو جائے گا

بہتے دریا کی طرح رکھنا مزاج زندگی
آسرا ڈھونڈے گا تو بے آسرا ہو جائے گا

یہ خدا م ناز یہ شوخی نگاہِ ناز کی
جس طرف بھی جاؤ گے محشر بپا ہو جائے گا

جل رہا ہوں بانس کے جنگل کی صورت رات دن
تیرے آنے تک یہاں سب کچھ فنا ہو جائے گا

اب یہ کیسی اضطرابی اے دلِ وحشت مآب
میں نہ کہتا تھا وہ اک دن بے وفا ہو جائے گا

داستانِ طور کی تشریح کرتے ہیں کلیم
کون جھپکے گا پلک حیرت زدہ ہو جائے گا

تم کو تابش کی وفا پر کیوں یقیں آتا نہیں
ہنستے ہنستے دار پر بھی تم جو چاہو ہو جائے گا

فتح اللہ سرائے، چمن فارمیسی، سنبھل یوپی

ماں

انتظؔار الہ آبادی

یہ جہاں سارا تیری آغوش میں پلتا ہے ماں
تیرے دم سے کاروانِ زندگی چلتا ہے ماں

رب تو رازق ہے مگر یہ ہے شرف تیرے لئے
ہر بشر کو رزق تیرے ہاتھ لے ملتا ہے ماں

سلسلہ ملتا ہے رب سے بھی وسیلے سے تیرے
تیرے ہی قدموں تلے باغِ جناں ملتا ہے ماں

پونچھنا آنچل سے تیرا سر کو رکھ کر گود میں
کروٹیں لیتی ہیں یادیں جب بھی دن ڈھلتا ہے ماں

اک کسک سی دل میں اُٹھتی ہے اچانک شام کو
ڈھونڈھتی ہیں تجھ کو نظریں جب دیا جلتا ہے ماں

ہر گھڑی افسوس رہتا ہے یہی بس انتظؔار
کر نہ پایا حق ادا تیرا بہت کھلتا ہے ماں

C-74/A، جتا رنگر، پروانہ روڈ، دہلی۔۵۱

غزل

انور جاوید شاداںؔ

یقیں سے کام لے ہر وہم اور گماں سے نکل
تو رنج و خوف کے اب دشتِ بیکراں سے نکل

لہو کا رنگ لئے دل کے گلستاں سے نکل
بہت حسیں ہے یہ محفل مگر یہاں سے نکل

کہو خزاں سے اُٹھائے چمن سے اب ڈیرا
بہار آ گئی اب صحنِ گلستاں سے نکل

نہ کر غرور کبھی مالی و زر پہ اے ناداں
فنا کی سوچ گنا ہوں کے کارواں سے نکل

یہ رنج و یاس کے شعلوں سے کھیلنا کیسا
جھلس نہ جائے بدن کوچۂ بتاں سے نکل

رکھا ہی کیا ہے اب ماضی کے ان فسانوں میں
نگاہ آج پہ رکھ کل کی داستاں سے نکل

کبھی تو لکھ تو مسرت کی داستاں شاداںؔ
یہ بزمِ عیش ہے یاں موجِ خونفشاں سے نکل

شاہ جمعہ سہرا، بہار

غزل

انور جاوید شاداںؔ

آدمی نکھرتا ہے بارِ غم اُٹھانے سے
زندگی سنورتی ہے دل پہ چوٹ کھانے سے

اُن کے دل پہ جب اس کا کچھ اثر نہیں ہوتا
فائدہ بھلا کیا ہے حالِ دل سنانے سے

سر یہ جھک نہیں سکتا دوسرے کسی در پر
سر یہ اُٹھ نہیں سکتا اُن کے آستانے سے

راہ بر جو سوتے ہیں راہ زن بھی ہوتے ہیں
خاص یہ حقیقت ہے اب مرے فسانے سے

اُوڑھ کر رِدائے گل قافلے بہاروں کے
میرے دل سے گزرے تھے اُن کے مسکرانے سے

وقت کا تقاضا ہے دل کو کر لیں ہم روشن
کچھ تو تیرگی کم ہو شمع دل جلانے سے

دل پہ چوٹ کھائیں گے پھر بھی مسکرائینگے
ہم کو دکھ نہیں ہوگا آپ کے ستانے سے

جو پلٹ نہیں سکتے وقت کی ہوا شاداںؔ
کیوں اُنہیں شکایت ہو وقت سے زمانے سے

شاہ جمعہ سہرا، بہار

غـــــزل

ڈاکٹر مسعود جعفری

جمہوریت تمہاری سرکار کا ہے دھندہ
انسان کب بنے گا یہ بکریوں کا مندہ

روزِ ازل میں شائد انسان تھا چنیندہ
لیکن وہ بن گیا ہے حرص و ہوس کا بندہ

مرتے رہیں گے یوں ہی سڑکوں پر لوگ اکثر
لیتے رہو گے یوں ہی تم پارٹی کا چندہ

کیسے تمہیں بتائیں اس دور کی حقیقت
تھوڑا ضمیر مردہ تھوڑا ضمیر زندہ

گوروں کے ساتھ ہی تو رخصت ہوا تھا لیکن
اب بھی لٹک رہا ہے کیوں پھانسیوں کا پھندہ

میری قبا کے اندر کیا کیا رکھا ہوا ہے
سینے پہ میرے آرے دھڑکن پر میرے رندہ

محشر میں پوچھتا ہے اللہ میاں کہاں ہیں
رکھا ہوا بغل میں ایک جھوٹ کا پلندہ

یہ بھی تو آگہی کا محور رہا ہے برسوں
تاریخ کے ورق میں محفوظ ہے نلندہ

تقریر کر رہا تھا گھنٹوں یگانگت کی
لوگوں نے رہنما پہ پھینکا آج انڈہ

پانی کہاں نہائیں مسعود تم ہی سوچو
دریا بھی ہو گیا ہے شہروں میں آج گندہ

گاؤں اب گاؤں سا نہیں لگتا

ایڈوکیٹ شاداب شبیری

بات کوئی بہت زیادہ پرانی نہیں ہے۔ یہی کوئی پندرہ بیس سال ہوئے ہوں گے میرے بچپن کے گاؤں اور جوانی کے گاؤں میں بڑا فرق آ گیا ہے۔ مسجد کی شیرینی جسے ''سنّی'' کہا جاتا تھا اور کالی جی کے استھان نے ''پرساد'' لینے صرف بچے جاتے تھے کوئی ہندو بچہ یا مسلمان بچہ نہیں۔ اس دن کوئی بھی آدمی کام نہیں کرتا تھا جس دن کسی کی میت ہو جاتی تھی۔ کھیت میں جوتائی کر رہے کسان بھی خبر ملتے ہیں ہل بیل کے کر واپس آ جاتے تھے۔ مِل جُل کر آخری سفر میں جانا اور دکھ درد میں شامل ہونا بڑے ثواب کا کام سمجھا جاتا تھا۔ گاؤں کے کسی آدمی کا داماد پورے گاؤں کا داماد سمجھا جاتا تھا۔ بڑے ''پھونا'' اور چھوٹے ''پھوپھا'' کہتے تھے افسوس کی بات یہ ہے کہ اب ایک بھائی کے داماد کو دوسرا بھائی داماد سمجھنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ گاؤں میں شادیاں ہوتی تھیں۔ ٹینٹ ہاؤس نہیں ہوا کرتے تھے۔ برتن، قالین، پلیٹ، چار پائی، بچھونے، بالٹی وغیرہ مانگ کر استعمال کئے جاتے تھے۔ شادی سے چھ مہینے پہلے سے ہی کس کے پاس کیا چیز ہے۔ پتا کرنا اور شادی کا دن تاریخ بتا کر مانگنے کا کام شروع ہو جاتا تھا۔ بارات ایک سے تین رات تک کی ہوتی تھی۔ بچوں کے لئے ہر شادی عید اور دیوالی جیسی ہوتی تھی۔ شادیوں میں ''ناچ'' اور ''ہاتھی'' ہونا ضروری ہوتا تھا۔ تب ''شاہی ٹکرا'' اور ''پنیر کی سبزی'' کا رواج نہیں تھا ایک طرف ''نکتی'' اور دوسری طرف ''زردہ'' ملتا تھا۔ باسی کھلانا اور دولھے کی ناراضگی بڑی دلچسپ ہوتی تھی۔ گھڑی، سائکل اور ٹیپ رکارڈر یا ریڈیو کی مانگ ہوتی تھی۔ یہ سب اپنے زمانے کی بڑی چیزیں تھیں۔ دولہا صرف دکھانے کے لئے ناراض ہوتا تھا۔ کیوں کہ ناراض ہونا بھی ایک رسم تھی۔ جو کچھ پاتا تھا وہ بھی خوش ہو کر جاتا تھا اور جو نہیں پاتا تھا وہ بھی بڑی محبتیں تھیں پہلے تھانہ، عدالت اور اسپتال کی ضرورت کم ہی پڑتی عداوتیں بھی کم تھیں۔ بیماریاں بھی کم تھیں۔ نہ قدم قدم پر ڈاکٹر تھے نہ اسپتالوں میں بڑی بڑی لائنیں۔ دودھ، دہی، گھی، تیل، دال، سبزیاں اور گیہوں چاول بازار سے نہیں لانے پڑتے تھے۔ یہ ساری چیزیں گھر کی ہونے کی وجہ سے ملاوٹ سے پاک ہوتی تھیں۔ کچھ ملاوٹیں ہوتی بھی تھیں تو زیادہ نقصان دہ نہیں ہوتی تھیں۔ جیسے کالا نمک چاول میں مسوری، دودھ میں پانی، دیشی گھی میں ڈالڈہ وغیرہ آج کی طرح یوریا، پوٹاس اور ہزاروں طرح کے کیمیکل نہیں ملایئے جاتے تھے۔

گاؤں میں ہر سال رام لیلا لگتا تھا۔ بچوں سے لے کر بوڑھے تک اس میلے کا بے صبری سے انتظار کرتے رہتے تھے۔ ابھی اسی سال ''بلر بابا'' یعنی محمد عمر کا انتقال ہوا ہے۔ عجیب فطرت کے مالک تھے بلر بابا۔ زندگی بھر گھومنے اور رام لیلا کا انتظام کرنے کے علاوہ کچھ نہیں کیا۔ دین دھرم سے کوئی واستہ نہیں رہا ان کا۔ واستہ تھا تو صرف رام لیلا سے۔ بلر بابا کو کبھی کسی نے مسجد یا عیدگاہ میں نماز پڑھتے نہیں دیکھا، گاؤں گاؤں، گھر گھر جا کر رام لیلا کے لئے چندہ کرنا اور اچھی اچھی ڈرامہ کمپنیوں کو لا کر رام لیلا کرانا ان کا آخری دنوں تک شوق رہا۔ شائد ہی ضلع سدھارتھ نگر یا نیپال کے کپلوستو اور روپندیہی ضلع کا کوئی فنکار بلر بابا کو نہ جانتا رہا ہو۔

پہلے گاؤں میں پارٹی بندی نہین تھی۔ بھلا ہو پنچایت انتخابات کا۔ پردھانی نے گاؤں کو میدان جنگ بنا دیا۔ طرح طرح کے حربے استعمال کئے جانے لگے۔ ہندوؤں کو ''ہندو'' اور مسلمانوں کو ''مسلمان'' بنایا جانے لگا۔ نفرت کے ایسے بیج بوئے گئے کہ جس کے کانٹے دل و دماغ کو چھلنی کرنے لگے۔ آج ہمارا گاؤں بہت خوشحال ہو گیا ہے۔ اچھے اچھے مکانات، اچھی اچھی گاڑیاں، طرح طرح کی دکانیں گاؤں میں موجود ہیں۔ کمی ہے تو صرف گایوں، بیلوں اور بھینسوں کی۔ اس سے بھی زیادہ کمی ہے آپسی میل جول اور محبت کی، وقت مجھے جوانی کا گاؤں دکھاتا ہے۔ جبکہ میں اپنے بچپن کا گاؤں دیکھنا چاہتا ہوں۔

نیو کالونی کھجوریا، تتری بازار، ضلع سدھارتھ نگر (یوپی) 272207

پائی پر اس کے لئے جگہ بنائی اور بیٹھنے کو کہا، شائستہ کا چہرہ اُترا ہوا تھا آنکھوں میں حیرانی جھلک رہی تھی، ریحان اور روحی کو لپٹا کر وہ گویا ہوئی ''امی آج صبح سے شگفتہ اور گلفام کا پتہ نہیں ہے'' یہ سن کر وہ دونوں ہکے بکے رہ گئے، انہوں نے تفکر آمیز انداز میں پوچھا ''تم دونوں میں کہا سنی تو نہیں ہوئی؟'' ''جی بالکل نہیں، سب ٹھیک ٹھاک تھا'' وہ تذبذب میں پڑ گئے، پھر انہوں نے شائستہ کو دلاسہ دیتے ہوئے کہا ''کوئی بات نہیں، تم آرام کرو، وہ کہیں چلے گئے ہونگے۔۔۔صبح تک آجائیں گے۔۔''

شائستہ اور گلفام کے والدین رات بھر نہ سو سکے، صبح ہوتے ہی انہوں نے تمام عزیزوں، رشتہ داروں اور گلفام کے یار دوستوں میں ٹیلیفون پر پتہ کیا مگر ان دونوں کا کہیں سراغ نہیں ملا، اس کی سسرال میں بھی معلوم کیا گیا وہاں بھی کچھ پتہ نہیں چلا، گلفام کے والد کا تمام دن اسی بھاگ دوڑ میں گزر گیا، ان کے من میں طرح طرح کے خدشات پیدا ہو رہے تھے، کہیں یہ نہ ہو گیا ہو۔۔۔، کہیں وہ نہ ہو گیا ہو۔۔۔، ادھر شائستہ کے والدین بھی یہ خبر سنتے ہی آپہنچے، آتے ہی انہوں نے شائستہ سے تفصیلی معلومات کی وہ بھی کافی پریشان تھے چند روز ہی میں عزیزوں میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ گلفام شگفتہ کو بھگا لے گیا۔

اب گزرنے والا ہر دن شائستہ کی تشویش میں اضافہ کر رہا تھا۔

اور ایک دن پورے سوا مہینے کے بعد گلفام کا خط آیا جس میں لکھا تھا۔۔۔

شائستہ! میں شاخ سے الجھے ہوئے اس سوکھے پتے کی طرح تھا جسے ہوا کا معمولی جھونکا بھی اپنی دنیا سے محروم کرنے کے لئے کافی تھا، ایسے میں سایہ بھی ساتھ چھوڑ دیتا ہے مگر تم نے اُن حالات میں میرا ہاتھ تھام کر جو معاونت کی تھی وہ بڑے حوصلے کا کام ہے، جسے فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

میری صورتِ حال تو جگ ظاہر تھی، لیکن میں نہیں جانتا تمہاری کیا مجبوری تھی کہ تم نے ایک بیمار آدمی کو اپنا شریک حیات بنا لیا تھا، مگر یہ ایک معجزہ ہی تھا کہ خدا نے اس بے جان آدمی میں جان پھونک کر تمہاری تصوراتی شوہر کی کسوٹی پر کبھی پورا نہیں اُتر سکا، حتی الامکان کوشش کے باوجود میں تمہیں وہ کچھ نہ دے سکا جس کی تم شوہر کے نام پر اپنے دل میں تمنا رکھتی تھی، ہم دونوں نے یہاں تک جتنا بھی ازدواجی سفر طے کیا ہے وہ بادِل ناخواستہ ہی طے کیا ہے، جبکہ یہ ثابت کرتا ہے کہ مزاجوں کے اس تضاد کو میری کوئی بھی قربانی کوئی بھی کوشش مٹا نہیں سکے گی، لہٰذا ان تمام باتوں کے پیش نظر جس طرح میں نے اپنی دنیا الگ بسالی ہے اسی طرح تمہارے لئے بھی تمام راستے کھلے ہوئے ہیں۔

تم اگر چاہو تو بچوں کی تعلیم و تربیت اور اپنے خرچ کے مطابق رقم ہر ماہ اپنے اکاؤنٹ سے دستیاب کر سکتی ہو، یا پھر بچوں کو میرے والدین کے پاس چھوڑ کر کوئی من چاہا شریک سفر تلاش کر سکتی ہو۔

علاوہ ازیں اپنے مطالبات میرے والدین کے سامنے رکھ سکتی ہو۔

خط پڑھنے کے بعد شائستہ پیڑ سے ٹوٹی ہوئی شاخ کی طرح نڈھال اور بے جان سی ہو کر رہ گئی، آج اسے اپنی ہر کمی، ہر غفلت ہر غیر ذمہ داری کا احساس ہو چلا تھا، وہ سوچ رہی تھی کہ کاش۔۔۔اسے ایک موقع اور مل جائے تو وہ اپنی ذمہ داریوں کا حق پوری ایمانداری کے ساتھ ادا کرے گی، مگر۔۔۔تیر کمان سے نکل چکا تھا۔۔

غزلکدہ 668/1، ملہوپورہ، ضلع مظفر نگر، یوپی

یہ کہ وہ گلفام کے آرام اوراس کی ضروریات کا بھی خیال رکھ رہی تھی، ہر روز صبح اُٹھ کر ناشتہ تیار کر کے گلفام کو جگاتی تھی، ناشتے کے بعد روحی کو تیار کر کے دونوں اسے اسکول چھوڑنے جاتے تھے، جہاں سے گلفام اپنے کام اور شگفتہ گھر کا رُخ کرتی تھی، گھر پہنچ کر باتھ روم میں تولیہ اور کپڑے رکھ کر وہ شائستہ کو بیدار کر کے اس کے لئے ناشتہ بنانے میں مصروف ہوجاتی تھی۔

شائستہ کی چند سہیلیاں بھی تھی، آئے دن وہ تیار ہو کر کسی نہ کسی کے یہاں چلی جاتی تھی، جہاں سے وہ کبھی دو پہر کبھی دو پہر کے بعد لوٹتی تھی، کبھی کبھار اس درمیان گلفام گھر آتا تو بہت دکھی ہوتا تھا، شام کو اس پر اعتراض جتاتا تو الٹا اُسی کو کھری کھوٹی سنا دیتی تھی۔ شگفتہ کو شائستہ کا یہ برتاؤ اور یہ تغافل بہت گراں گزرتا تھا مگر وہ کر بھی کیا سکتی تھی، چھوٹی بہن ہوتی تو نصیحت بھی کرتی، اس نے بخوبی محسوس کر لیا تھا کہ گھر میں گلفام کی حیثیت ایک ملازم سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہے جو اپنی خواہشات وضروریات کی پروا کئے بغیر تمام ذمہ داریوں کو پورا کئے جارہا ہے، یہی وجہ تھی کہ اس کے دل میں گلفام کے تئیں ہمدردی پیدا ہوگئی تھی، جو گلفام کو متاثر کر رہی تھی۔

ایک دن وہ دونوں روحی کو اسکول لے کر جارہے تھے، گلفام کو خاموش پا کر شگفتہ نے سوال کیا ''کیا سوچ رہے ہیں'' یہ سن کر وہ مسکرایا اور کہنے لگا ''سوچ رہا ہوں تمہارے آنے سے یہ گھر جنت نشان بن گیا ہے۔۔۔مگر تمہارے جانے کے بعد۔۔۔؟'' اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا تھا، شگفتہ نے فوراً جواباً کہا ''تو مجھے جانے ہی مت دینا'' یہ کہہ کر اس نے گلفام کو دیکھا اور لجاتے ہوئے نظریں جھکا لیں، اس کے بعد دونوں خاموش ہوگئے، مگر یہی وہ لمحہ تھا جس نے دونوں کے مابین رفاقت کے باب کا آغاز کر دیا تھا، شگفتہ کے دل میں تو کب سے چاہنے اور چاہے جانے کی فطری تڑپ کروٹیں لے رہی تھی، اور پیار تو اُس بکھرے ہوئے پانی کی طرح ہوتا ہے جو اپنا راستہ خود بنا لیتا ہے، اس نے گلفام کو دل کے نہاں خانے میں باریابی کی اجازت دینے میں ذرا بھی دیر نہیں کی، گلفام بھی مدتوں سے محبت کی جس خوشبو کا متلاشی تھا اسے اپنے اتنے قریب پا کر خود کو خوش قسمت محسوس کر رہا تھا، وہ دونوں ایک دوسرے کے تصورات میں محو رہنے لگے، اپنے رُتبے اپنے رشتے کو بلائے طاق رکھ کر دونوں اندھی محبت کے اس سفر پر چل پڑے تھے شائستہ کو جس کا گمان تک نہیں تھا، جیسے جیسے ان کی محبت پروان چڑھتی گئی شائستہ کی ڈیلیوری کا وقت بھی قریب آ گیا، شائستہ نے ایک بیٹے کو جنم دیا جس کا نام ریحان رکھا گیا، گھر میں خوشیوں کا دور دورہ ہو گیا مہمانوں کی آمد و رفت شروع ہوگئی جیسے ہی لوگ اسے بیٹے کی مبارکباد دیتے اس کا چہرہ پھول کی مانند کھل اٹھتا، بیٹے کو پا کر اس کی تمکنت اور جاہ وجلال میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔

خوش بختی کے زعم اور مسرت کے سرور میں کچھ ہفتے ہیں گزرے تھے ایک دن شائستہ سوا مہینے کے ریحان کو گود میں سنبھالے اور روحی کا ہاتھ تھامے رات کے قریب دس بجے اپنے ساس سسر کے مکان پر پہنچی، اس نے کال بیل بجائی، گلفام کے والد نے دروازہ کھولا تو شائستہ کو دیکھ کر حیرت میں پڑ گئے اور سوچنے لگے جسے ہماری شکل سے بھی نفرت تھی آج وہ ہمارے گھر پر؟ شائستہ کو اندر آنے کے لئے راستہ دیتے ہوئے وہ ایک طرف ہوگئے اور بولے، ''خیریت تو ہے؟ گلفام کہاں ہے؟ تم اکیلی آئی ہو؟'' انہوں نے ایک ساتھ کئی سوال کر دئے شائستہ جواب دئے بغیر اندر داخل ہوگئی، اسے دیکھتے ہی گلفام کی والدہ نے بھی چار

گُمان

ایاز احمد طالبؔ

صبح ساڑھے چھ بجے گلفام کی آنکھ کھلی، وہ ہڑ بڑا کر اُٹھا اور ضروریات سے فارغ ہوکر ناشتہ بنانے میں جٹ گیا، وہ بار بار گھڑی کی طرف دیکھ رہا تھا، روزانہ اُس کی دوسالہ بیٹی روحی کو اسکول کے لئے دیر ہوجاتی ہے ۔

دونوں باپ بیٹی نے ناشتہ کیا، شائستہ کا ناشتہ فریج میں رکھ کر گلفام نے روحی کو تیار کیا اور اسے لے کر اسکول کی جانب چل دیا، غنیمت ہے کہ آج روحی وقت پر اسکول جارہی تھی۔

یہ عمل گلفام کے روز مرہ میں شامل تھا ، شائستہ دن چڑھتے تک سوئی رہتی تھی، آج بھی وہ حسبِ معمول قریب دس بجے بستر سے اٹھی اور باتھروم میں داخل ہوگئی۔

دیکھنے میں خوبصورت اور امورِ خانہ داری میں شائستہ کا خاندانی پس منظر شفاف نہ ہونے کے سبب اس کی شادی ایک ایسے آدمی سے کردی گئی تھی جس کی زندگی قطعی غیر معتبر تھی، یعنی گلفا کے دل کی ایک سوال مسدود تھی، کوئی بھی بھاری کام اس کے سانس لینے میں دشواری پیدا کردیتا تھا، جو ڈاکٹر کے مطابق کبھی بھی مہلک ثابت ہوسکتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ شائستہ نے کبھی بھی گلفام کو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا تھا، گلفام بھی اپنی اس نے نوائی کے سبب حالات سے سمجھوتہ کئے ہوئے زندگی کے دن گزار رہا تھا، اس کا آبائی مکان کافی کشادہ ہونے کے باوجود شائستہ نے شادی کے چھ ماہ بعد ہی خود کو اپنے بوڑھے ساس سسر سے علیحدہ دوسرے مکان میں منتقل کرلیا تھا، جہاں اسے ایک پھول سی بیٹی روحی پیدا ہوئی جو گلفام کے لئے نیک فال ثابت ہوئی، وہ آپریشن جس میں گلفام کے بچنے کی اُمید نا کے برابر تھی کامیاب ہوگیا وہ آہستہ آہستہ صحت یاب ہوتا گیا، مگر اس کے برعکس شائستہ خوش ہونے کے بجائے اپنی قسمت کو کوستی رہتی تھی، اپنی بدمزاجی کے باعث جب چاہتی آرام کرتی اور جب جی میں آتا کام کرتی، گلفام کو روزی روٹی کمانے کے ساتھ ساتھ گھر کے کام کاج میں بھی میں ہاتھ بٹانے کی عادت پڑ چکی تھی۔

باتھ روم سے نکل کر ڈریسنگ ٹیبل کے روبرو بیٹھی اپنے ریشمی گیسوؤں کو سلجھاتے ہوئے شائستہ خود کو حسرت بھری نظروں سے نہار رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ یہ کشادہ پیشانی، یہ جاذب نقوش، یہ متناسب جسم کیا گلفام جیسے بے ذوق اور ناقدر انسان کے لئے تھا۔؟ خدا جانے وہ کون سا منحوس دن تھا جب میری اس مریض کے ساتھ شادی ہوئی تھی، وہ اکثر اسی طرح اپنی زندگی پر افسوس کرتی رہتی تھی، خودسری کے اسی عالم میں کچھ ماہ اور گزرے تو شائستہ کو علم ہوا کہ اس کے آنگن میں ایک اور کلی کھلنے والی ہے، جس کے لئے وہ قطعی رضا مند نہیں تھی، مگر انکشاف کی تاخیر کے سبب اُسے بادِل ناخواستہ اِس کا متحمل ہونا پڑا، شائستہ کاہلی اور آرام طلبی کی اتنی عادی ہوچکی تھی، بہت خوبصورت تو نہیں تھی لیکن جوان اور پُرکشش تھی۔

شگفتہ کی آمد تو جیسے گلفام کے لئے سامانِ راحت تھی، گھر کا کام، روحی کی دیکھ بھال، سودا سلف کی ذمہ داری جیسے صبح شام کے خانگی تفکرات سے گلفام کو نجات مل گئی تھی، چند ہی روز میں ذاتی صلاحیتوں کی بنیاد پر گھر کا پورا نظام شگفتہ کے کنٹرول میں تھا، مزید

آپ کہتے ہیں تو تابندہ ستارہ بنکر
سرخئی شام کے آنچل میں ٹھہر جاؤں گا

تیز رو آندھی کے مانند تھی ہستی میری
رہنما بنکے میری راہ میں آگے آگے
دل کے ساحل پہ ہے صدیوں سے خوشی طاری

اب مجھے پیڑ سے ٹوٹا ہوا پتہ جانو
راستہ مجھکو دکھانے میرا سایہ جائے
آج تو پھینک کر اُس جھیل میں کنکر دیکھو

ذہنوں کونسل نو کے نہ ہرگز بگاڑیئے
قبروں سے پھر گڑے ہوئے مردے اکھاڑے

زہریلی ہر کتاب کے اوراق پھاڑے
ذہنوں سے پہلے گرد تعصب کی جھاڑیئے

آپکی غزلوں میں حالِ ماضی اور مستقبل کا تذکرہ ہے۔
مزاج کی صاف گوئی نے غزلوں میں قطعیت وحقیقت کو نمایاں کیا ہے، زبان و بیان میں سادگی اور سلاست ہے، حساس طبیعت انسان ہیں لہٰذا جو دل پر گذرتی ہے اسے لفظوں مین بیان کر دیتے ہیں۔ اپنی والدہ ماجدہ کے بیمار ہونے پر راحت صاحب انسے ملنے گوالیار گئے ملاقات کے وقت انکے دل کی جو کیفیت تھی انہوں نے اپنے ایک شعر کے ذریعہ بیان کیا ہے پھر کچھ دنوں بعد ایک والدہ انتقال فرما گئیں۔
شعر اس طرح رقم ہے۔

دو بوڑھی آنکھیں دیکھ کر مجھکو چمک اُٹھیں
مدت کے بعد لوٹ کے جب اپنے گھر گیا

جھالاواڑ کے گزشتہ اور برگذیدہ شعراء اور ادبی ماحول کی یادیں تازہ رکھنے کے لئے راحتؔ صاحب نے بس ایک ملاقات کرنا کافی ہے۔ جھالاواڑ کے ادبی ونثری ماحول پر تحقیقی جائزہ لینے والے سب سے پہلے راحتؔ صاحب کا ہی دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں اور آپ انکی بے انتہا مدد بھی فرماتے ہیں۔

سیدہ انجمن بنت جناب قاضی سید فاروق علی گاگردنی جھالاواڑ راجستھان

جلیل خان جلیؔل (عرف جلوشکاری) ایسا شاعر خطۂ باڑوتی میں ایک بھی نہیں ہے۔

راحتؔ گوالیاری صاحب کی غزلوں سے چند اشعار ب۔۔نمونہ کلام یہاں درج کرتی ہوں ملاحظہ فرمائیں۔

رقابتوں سے اگر تم کو دور رہنا ہے
رفاقتوں کے بھی محدود دائرے رکھو

ابھی تو حق کے لئے تم کو جنگ لڑنا ہے
بُلند عظم۔۔۔اپنے حوصلے رکھو

یہ مانا سچ ہے بہت تلخ تم مگر راحتؔ
زباں پہ اپنی حقائق کے ذائقے رکھو

دہشت گردوں کے خوف سے کل رات شہر میں
اِک شخص لیمپ پوسٹ کے سائے سے ڈر گیا

سائے کو چھوڑ کر میرے گھر کی منڈیر پر
چپ چاپ چھت سے آج بھی سورج اُتر گیا

صدیوں کے آج فاصلے پل میں سمٹ گئے
طے ایسی منزلوں کو یہ انسان کر گیا

تیرے نقش قدم کی خاک ہم نے
جبیں پر باوضو ہو کر ملی ہے

وہ دیوانہ سمجھ کر ہنس دئے ہیں
شکایت ہم نے جب بھی ان سے کی ہے

وقت کے چہرے پر کچھ تازہ خراشیں آگئیں
جب کسوٹی پر مجھے حالات کی پرکھا گیا

میں چراغوں میں جلا ہوں تیل کی صورت مگر
دامنِ ایثار پر پھر بھی تو دھبّہ آگیا

سامنے تم اپنے جب بھی آئینہ رکھا کرو
تازگی چہرے پہ آنکھوں میں حیا رکھا کرو

ہے اسے لتاڑنے سے نہیں چوکتے پھر وہ کتنا ہی بڑا یا بزرگ شاعر کیوں نہ ہو۔ آپکا ماننا ہے کہ لکھو تو ایمانداری اور قطعیت سے نہیں تو قلم کی بے عزتی مت کرو۔

راحتؔ صاحب نے غزل کے علاوہ نظم، نعت، منقبت، رباعی، قطعہ، وغیرہ میں بھی طبع آزمائی کہ ہے، آپنے گیت بھی قلم بند کئے ہیں۔ آپکی شاعری میں نیا پن ہے۔ اور بہت سوچ سمجھ کر شعر کہتے ہیں۔ مضامین اشعار میں ندرت، تازگی کا احساس ہوتا ہے۔ راحتؔ صاحب نے مقامی اور بیرونی شعراء کے کلام پر تبصرے و تذکرے اور تنقیدی مضامین بھی لکھے ہیں، یہ تمام مطبوعہ ہیں اور ہمارے پیش نظر ہیں۔

آپ کی مرتب کردہ کتاب ''ہاڑوتی کے اردو شاعر'' ۲۰۰۲ء میں ادے پور سے شائع ہوئی جس میں ہاڑوتی کے نامور اور گمنام ساٹھ شعرائے کرام کا کلام ضروری فٹ نوٹ کے ساتھ درج ہے۔ آپکا کلام ہندوستان اور بیرون ممالک کے لاتعداد اخبارات ورسائل میں شائع ہو چکا ہے، بقول محترمہ کملا شبنم چڑ جی۔ ''میں جھالاواڑ کے اردو ادب میں ایک نام اہم سمجھتی ہوں وہ ہے راحتؔ گوالیاری کا۔۔۔۔۔ ۱۹۶۲ء سے راحت گوالیاری لگاتار شعر کہہ رہے ہیں اور ہندوستان اور ہندوستان کے باہر'' لندن ویکلی'' عرب ٹائمس کویت، مخزن واشنگٹن وغیرہ رسالوں میں خوب چھپتے ہیں۔ ۲؎

راحتؔ صاحب بزم نیرنگ کے نائب سکریٹری اور بزم شفیق کے سکریٹری کے طور پر اپنی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۲؎

آپکے زیر انتظام کئی مشاعرے ہوئے اور کامیاب بھی ہوئے، راحتؔ صاحب ملک کے متعدد مشاعروں میں شرکت فرما چکے ہیں اور کررہے ہیں۔ آپکی غزلیں خاص طور پر پسند کی جاتی ہیں۔ بزم نیرنگ کے تحت ہوئے طرحی مشاعروں میں راحت صاحب کی پیش کردہ غزل کے دو اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

مصرعۂ نیرنگ　　بگڑا ہوا نصیب بنانا تو سیکھ لو

رکھنا خیال دامنِ دل میں لگے نہ آگ
یہ شمع آرزو ہے جلانا تو سیکھ لو
راحتِ مال کار پہ اپنے رکھو نظر
خوش کو کے بار رنج اٹھانا تو سیکھ لو

آپکے دولت خانہ ''آشیانہ'' پہ اکثر مشاعرہ منعقد ہوتے تھے، خاص کہ بیرونی شعراء کے اعزاز میں۔ جہاں اردو ہندی اور راجستھانی تینوں کا سنگم دیکھنے کو ملتا تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ شعراء کی قوم میں اپنا کلام سنانے کی لاعلاج بیماری ہوتی ہے۔ لیکن آپ سے خوب خوب اسرار کرنے پر ہی اپنا کلام سنانے کو تیار ہوتے ہیں اور پھر سامع کو محفوظ کر دیتے ہیں۔ آپکی آواز میں بڑی کھنک اور مٹھاس ہے۔ بقول

راحت گوالیاری
جھالاواڑ کا نمائندہ شاعر

سیدہ انجم

بیسوین صدی کی ابتدا سے قریب قریب آخیر تک جھالا واڑ میں ادباء وشعراء کا وہ خوش غا چمن آباد تھا،جسکی آبیاری آغا شاعر قزلباش، کیف ٹونکی اور نیرنگ کا کروی نے اپنے خون وجگر سے کی تھی اور جسے روسائی وقت نے سنوارا اور لکھا تھا۔

مولوی عبدالسلام بیگ شفیق ایک باغباں کی طرح اس ادبی چمن کی پرانی پود کی جڑوں کو مظبوط کرنے اور نئے شاعروں کی نئی پود کو سینچنے کا کام کر رہے تھے،ان نئے شاعروں کی پود میں دور حاضر میں صرف ایک شاعر ہے جو جھالا واڑ کے ادبی چمن کو اپنی خوشبو سے مہکائے ہوئے ہیں۔وہ اِسم گرامی ہے راحتؔ گوالیری کا۔دنیائے ادب اردو میں جھالا واڑ کی نمائندگی کا سہرا آج راحتؔ گوالیاری کے سر ہے۔

آپکا نام نامی سید راحت علی شاہ اور راحتؔ گوالیاری تخلص ہے۔۱۳رمئی ۱۹۴۴ءکو گوالیار میں پیدا ہوئے آپکے والدِ محترم سید عبدالولی شاہ کرم رامپوری بہت بڑے صوفی بزرگ،شاعر اور فارسی داں تھے،ابتدائی تعلیم وتربیّت کے بعد راحتؔ صاحب فارسی کی تعلیم حاصل رکنے کی غرض سے ۱۹۶۲ء میں جھالا واڑ آئے اور والد صاحب کے انتقال کے بعد یہیں آباد ہو گئے۔آپ نے فارسی کے مولوی عبدالسلام بیگ شفیق صاحب سے پائی اور اُنہیں سے متشورہ ٔسخن کیا۔آپ نے فارسی کے اعلیٰ قابلیت کے امتحانات بھی پاس کیئے۔

راحتؔ صاحب کوشعری ذوق ورثہ میں ملا ہے،لہٰذا جھالا واڑ کی شعری وادبی فضا میں آپکا شوق شعری بروان چڑھا اپنی محنت ولگن کی بدولت راحتؔ صاحب نے جلد ہی ملک کے شعراء وادباء میں خاص مقام حاصل کرلیا۔آپکا درس وتدریس کا مشغلہ نے آپ کا مطالعہ بہت گہرا ہے آپکے دولت خانے آشیانہ پر ایک ذاتی کتب خانہ ہے جس میں اردو کے علاوہ فارسی کی کتب کثیر تعداد میں موجود ہیں۔

مفتوں کوٹوی صاحب اپنے ایک مضمون کے ذریعہ راحتؔ صاحب کا تعرف کچھ اس طرح سے کرواتے ہیں۔

''جناب شفیق جھالا واڑی سے شرف تلمذ حاصل تھا۔برسوں سے جھالا واڑ میں مقیم ہیں نازک مزاج،حساس طبیعت شاعر ہیں تحت میں مگر خوش لحن سے پڑھتے ہیں شعر سخن میں راہِ ترقی پر گامزن نہیں مختلف مسائل مین چھپتے ہیں مشاعروں میں اپنے انداز میں پسند کئے جاتے ہیں۔ا

راحت صاحب کی شخصیت کے متعلق پروسرلیس بلاتی مشرکی بیکانیری فرماتے ہیں۔جناب راحتؔ صاحب گوالیاری سے پہلی بار ملا تو محسوس کیا کہ اس شخص میں کچھ ایسا ہے جو ذاتی طور متاثر کرتا ہے اور اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔معزّ آواز صاف گوئی مہمان نوازی بے تکلفی۔۔۔اور بھی بہت سی خوبیاں۔۔۔۔راحتؔ صاحب ترقی پسند شاعر ہیں ان میں ایک کالی ہیوہ یہ کہ جو شاعر حقیقت کے برخلاف لکھتا

نئی دلّی میونسپل کونسل

NDMC
पालिका समाचार
پالیکا سماچار

نئی دہلی پالیکا سماچار

☆ جلد......۳۶ ☆ شمارہ......۹-۱۰ ☆ دوماہی ☆ ستمبر/اکتوبر ۲۰۱۳ء

اس شمارہ میں

☆اداریہ☆

اداریہ			۱
	راحت گوالیاری جھالاواڑ کا نمائندہ شاعر	سیدہ انجم	۳
	گُمان	ایاز احمد طالبؔ	۷
	گاؤں اب گاؤں سا نہیں لگتا	ایڈوکیٹ شاداب شبیری	۱۰

❖ غزلیات ❖

ڈاکٹر مسعود جعفری ۱۱
انور جاوید شاداںؔ ۱۲
انتظارؔ الہ آبادی ۱۳
انور جاوید شاداںؔ ۱۳
ڈاکٹر منور تابش سنبھلی ۱۴
اخترؔ شاہ جہاں پوری ۱۵
ڈاکٹر آفاق فاخری ۱۶
ڈاکٹر عبرت بہرائچی ۱۷
اسرار امیرؔ ۱۷
انور جاوید شاداںؔ ۱۸
ظفر اعظمی کراف ۱۹
ایڈوکیٹ شاداب شبیری ۲۰

پالیکا سماچار
نئی دلّی میونسپل کونسل

☆ ادارتی بورڈ ☆

جلد۳۶۔دوماہی۔شمارہ۔۹-۱۰ ستمبر/اکتوبر۲۰۱۳ء

سرپرست

جلج شریواستو

☆☆

چیف ایڈیٹر

وکاس آنند

☆☆

ڈپٹی چیف ایڈیٹر

اے کے مشرا

☆☆

انیتا جوشی

ایڈیٹر و ناشر

☆☆

تعاون

سنیتا بوہادیہ

انیس فاطمہ

آصف علی

☆☆☆

فی شمارہ -/20 روپیہ

سالانہ -/100 روپیہ

پانچ سال کے لیے-/400روپیہ

ترسیل زرکا پتہ: سکریٹری نئی دلی میونسپل کونسل پالیکا کیندر

پارلیمنٹ اسٹریٹ نئی دلی۔۱۱۰۰۰۱

خط وکتابت کا پتہ: ایڈیٹر پالیکا سماچار اردو شعبۂ اردو کمرہ۱۲۰۹

پالیکا کیندر پارلیمنٹ اسٹریٹ نئی دلی۔۱۱۰۰۰۱

فون نمبر: **41501354 to 70/3209**

ادارِیہ

(مدیر کے قلم سے) ستمبر۔اکتوبر۲۰۱۳ء

کسی بھی ملک کے سماجی ومعاشی ترقی کا پیمانہ وہاں کی تعلیم ہوتی ہے، تعلیم کے بغیر انسان کی ترقی ناممکن ہے۔کوئی بھی ملک جہالت، غریبی اور بھوک کے خلاف اس وقت تک تیار نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس ملک کے شہریوں میں تعلیم کی بتدریج ترقی نہ ہو۔ دورِ حاضر میں تعلیم کو عام لوگوں تک پہنچانا ناگزیر ہوگیا ہے کیوں کہ تعلیم کے ذریعہ ہم دقیانوسی رسم ورواج کے اندھیرے سے نکل کر آج کی ترقی پذیر دور میں قدم سے قدم ملا کر چل سکتے ہیں اور سماج وملک کو ایک نئی دمست دے سکتے ہیں۔اس لیے ہم سب کا یہ اخلاقی فریضہ ہے کہ تعلیم کی نشرواشاعت میں اپنی حصہ داری بنھائیں اور تعلیم کے ذریعے سے ملک کی ترقی میں اپنا بھرپور تعاون دیں۔

کسی ملک کے وقار وعظمت کی علامت اُس ملک کی زبان ہوتی ہے۔ہم سب کا اخلاقی فریضہ ہے کہ قومی زبان ''ہندی'' کو اپنا کر اس کا پورا احترام کریں۔صحیح معنوں میں زبان ہی کسی ملک کی پہچان ہوتی ہے اور اُس ملک کی تہذیب وتمدن اور رسم ورواج زبان ہی سے ظاہر ہوتے ہیں۔ ہندی کے ساتھ ساتھ ہندوستان کی دیگر زبانیں بھی اپنا ایک خاص مقام اور اہمیت رکھتی ہیں۔نئی دلّی نگر پالیکا پریشد زبانوں کے تیئں اپنا فرض نبھاتے ہوئے ہندی، اردو اور پنجابی میں رسائل وجرائد شائع کررہی ہے۔

موجودہ دور کے انسانوں کی زندگی مختلف قسم کے مسائل سے دوچار ہے۔اس کے ساتھ ہی دورِ حاضر میں بڑھتی ہوئی مقابلہ آرائی کے سبب انسان کو تفریح کے لیے وقت نکالنا مشکل ہوگیا ہے۔ ایسی حالت میں تیوہار ہی انسان کی زندگی میں فرحت بخش تبدیلی اور تجوید کے محرّک ہیں۔ ہندوستانی تہذیب میں تیوہاروں/تقریبوں کی خوشبوئیں رچی بسی ہیں۔تیوہار ہی مختلف ذاتوں، زبانوں، صوبوں اور الگ الگ فرقوں کے مختلف رنگوں کو ایک کرنے میں ہمیشہ سے ہی اہم کردار ادا کرتے رہے ہیں۔ گاندھی جینتی، اور بالمیکی جینتی پر اِن عظیم شخصیات کو سلام۔جنم اشٹمی، دشہرا اور عید الاضحیٰ کی آپ تمام قارئین کو بہت بہت مبارکباد

وکاس آنند
چیف ایڈیٹر

Printed by:– **Nutan Printers**
F-89/12, Okhla Industrial Area, Phase-I, New Delhi-110020, Tel.: 26817055